مودودی صاحب کا صفات باری تعالیٰ کے بارے میں عقیدہ

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب؛

① ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ کا یوں ترجمہ کرتے ہیں:

''پھر تخت حکومت پر جلوہ گر ہوا۔''

(تفہیم القرآن: ۲/۲٦۲)

یہ بات قرآن وسنت اور اجماع امت کے خلاف ہے، یقیناً یہ تحریف ہے۔ قرآن، حدیث، اجماع اور فطرت سے ثابت ہے کہ اللہ، رحمٰن اپنے عرش پر بلند ہے۔

② ''رہا یہ ارشاد کہ خدا کا عرش پہلے پانی پر تھا، تو اس کا مفہوم ہماری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ خدا کی سلطنت پانی پر تھی۔''

(تفہیم القرآن: ۲/۳۲۵)

کیا اب اللہ کی سلطنت پانی پر نہیں ہے؟ سلف سے کوئی بھی یہ مراد بیان نہیں کرتا، کہ خدا کی سلطنت پانی پر تھی، قرآن وسنت کی وہی تعبیریں اور مفاہیم معتبر ہیں، جو صحابہ اور ائمہ سلف سے ثابت ہیں۔

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) لکھتے ہیں:

وَإِجْمَاعُ السَّلَفِ مُنْعَقِدٌ عَلٰی أَنْ لَّا یَزِیدُوا عَلٰی قِرَاءَ ةِ الْآیَةِ، وَقَدْ شَذَّ قَوْمٌ فَقَالُوا : الْعَرْشُ بِمَعْنَی الْمِلْكِ، وَهٰذَا عُدُولٌ عَنِ الْحَقِیقَةِ إِلَی التَّجَوُّزِ، مَعَ مُخَالَفَةِ الْأَثَرِ، أَلَمْ یَسْمَعُوا

قَوْلَهُ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ﴾ أَتَرَاهُ كَانَ الْمُلْكُ عَلَى الْمَاءِ؟

''سلف کا اجماع ہے کہ آیت کی قراءت پر زیادتی نہ کی جائے، بعض لوگوں نے شذوذ اختیار کرتے ہوئے کہا ہے: عرش کا معنی بادشاہت ہے۔ یہ حقیقت سے مجاز کی طرف عدول ہے، حدیث کی بھی مخالفت ہے۔ کیا انہوں نے فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ﴾ ''اس کا عرش پانی پر تھا۔'' نہیں سنا؟ کیا اللہ کی ملکیت (بادشاہت) پانی پر تھی؟''

(زاد المسیر : ۲۱۳/۳)

③ ''خالق بذات خود کسی مقام پر متمکن نہیں ہے۔''

(تفهیم القرآن : ۵۹۰/۲)

اللہ نے اپنے متعلق خبر دی ہے کہ وہ عرش پر بلند ہے۔ یہ اہل سنت کا مذہب ہے۔ کسی بچے سے پوچھا جائے کہ اللہ کہاں ہے؟ تو وہ اوپر کو اشارہ کرے گا یا زبان سے کہے گا کہ اللہ اوپر ہے۔

④ ''اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کسی خاص مقام پر رہتا ہے، کیوں کہ اس کی ذات زمان و مکان کی قیود سے منزہ ہے۔''

(تفهیم القرآن : ۸۷/٦)

⑤ ''اور ذات باری تعالیٰ کا جو تصور ہم کو قرآن مجید میں دیا گیا ہے، وہ بھی یہ خیال کرنے میں مانع ہے کہ وہ جسم اور جہت اور مقام سے منزہ ہستی کسی

جگہ متمکن ہو اور کوئی مخلوق اسے اٹھائے۔‘‘

(تفهيم القرآن : ٤١/٦)

انسان سلف صالحین سے بے نیاز ہو جائے، تو حق بھی اسے باطل نظر آتا ہے۔ صفات باری تعالیٰ کے بارے میں اہل سنت محتاط ہیں۔ وہ اس باب میں نصوص کو ان کے ظاہری معنی پر رکھتے ہیں۔ اللہ نے اپنے متعلق جو خبر دی ہے، اسے ثابت کرتے ہیں، جس کی نفی کی ہے، نفی کرتے ہیں۔ جس سے سلف نے سکوت اختیار کیا، ہم بھی اس میں سکوت اختیار کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

وَحَقِيقَةُ الْأَمْرِ فِي الْمَعْنٰى أَنْ يُّنْظَرَ إِلَى الْمَقْصُودِ، فَمَنِ اعْتَقَدَ أَنَّ الْمَكَانَ لَا يَكُونُ إِلَّا مَا يَفْتَقِرُ إِلَيْهِ الْمُتَمَكِّنُ، سَوَاءً كَانَ مُحِيطًا بِهٖ أَوْ كَانَ تَحْتَهٗ فَمَعْلُومٌ أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ لَيْسَ فِي مَكَانٍ بِهٰذَا الْاِعْتِبَارِ، وَمَنِ اعْتَقَدَ أَنَّ الْعَرْشَ هُوَ الْمَكَانُ، وَأَنَّ اللّٰهَ فَوْقَهٗ، مَعَ غِنَاهُ عَنْهُ، فَلَا رَيْبَ أَنَّهٗ فِي مَكَانٍ بِهٰذَا الْاِعْتِبَارِ، فَمِمَّا يَجِبُ نَفْيُهٗ بِلَا رَيْبٍ افْتِقَارُ اللّٰهِ إِلٰى مَا سِوَاهُ، فَإِنَّهٗ سُبْحَانَهٗ غَنِيٌّ عَنْ مَّا سِوَاهُ، وَكُلُّ شَيْءٍ فَقِيرٌ إِلَيْهِ، فَلَا يَجُوزُ أَنْ يُّوصَفَ بِصِفَةٍ تَتَضَمَّنُ افْتِقَارَهٗ إِلٰى مَا سِوَاهُ.

’’حقیقت یہ ہے کہ مقصد کو دیکھا جائے۔ جو یہ سمجھے کہ مکان اسے کہتے ہیں، جس کا رہنے والا محتاج ہوتا ہے، گو وہ مکان اسے گھیرے ہوئے ہو یا اس کے

نیچے ہو، تو ظاہر ہے کہ اس اعتبار سے اللہ کسی مکان میں نہیں ہے۔جس کا عقیدہ ہو کہ عرش ایک مکان ہے اور اس کے اوپر ہے، لیکن اللہ اس کا محتاج نہیں، تو اس اعتبار سے بلا شبہ اللہ مکان میں ہے۔لہٰذا جس چیز کی نفی کرنا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ کسی کا محتاج نہیں، ہر چیز اس کی محتاج ہے۔اسے کسی ایسی صفت سے متصف کرنا جائز نہیں، جس سے اس کا محتاج ہونا لازم آئے۔''

(درء تعارض العقل والنّقل : ٦/٢٤٩)

نیز فرماتے ہیں:

لٰكِنَّ قَيَاسَ اللّٰهِ الْخَالِقِ لِكُلِّ شَيْءٍ الْغَنِيِّ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ الصَّمَدِ الَّذِي يَفْتَقِرُ إِلَيْهِ كُلُّ شَيْءٍ بِالْمَخْلُوقَاتِ الضَّعِيفَةِ الْمُحْتَاجَةِ عَدْلٌ لَّهَا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ وَمَنْ عَدَلَهَا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ فَإِنَّهٗ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ .

''لیکن اللہ تعالیٰ، جو سب کا خالق، سب سے غنی اور ایسا بے پرواہ کہ ہر چیز اس کی محتاج ہے، کو محتاج اور کمزور مخلوقات پر قیاس کرنا مخلوق کو رب العالمین کے برابر کرنے کے مترادف ہے اور جو مخلوق کو رب العالمین کے برابر کرے، وہ واضح گمراہی میں ہے۔''

(بيان تلبيس الجهمية في تأسيس بدعهم الكلامية : ٦٢٢/٣)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:

وَاسْتِوَاؤُهٗ وَعُلُوُّهٗ عَلٰى عَرْشِهٖ سَلَامٌ مِنْ أَنْ يَّكُونَ مُحْتَاجًا إِلٰى مَا يَحْمِلُهٗ أَوْ يَسْتَوِي عَلَيْهِ بَلِ الْعَرْشُ مُحْتَاجٌ إِلَيْهِ وَحَمَلَتُهٗ

مُحْتَاجُونَ إِلَيْهِ فَهُوَ الْغَنِيُّ عَنِ الْعَرْشِ وَعَنْ حَمَلَتِهٖ وَعَنْ كُلِّ مَا سِوَاهُ فَهُوَ اسْتِوَاءٌ وَّعُلُوٌّ لَّا يَشُوبُهٗ حَصْرٌ وَّلَا حَاجَةَ إِلٰى عَرْشٍ وَّلَا غَيْرِهٖ وَلَا إِحَاطَةَ شَيْءٍ بِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى بَلْ كَانَ سُبْحَانَهٗ وَلَا عَرْشَ وَلَمْ يَكُنْ بِهٖ حَاجَةٌ إِلَيْهِ وَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ بَلِ اسْتِوَاؤُهٗ عَلٰى عَرْشِهٖ وَاسْتِيلَاؤُهٗ عَلٰى خَلْقِهٖ مِنْ مُوجِبَاتِ مِلْكِهٖ وَقَهْرِهٖ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ إِلٰى عَرْضٍ وَّلَا غَيْرِهٖ بِوَجْهٍ مَّا وَنُزُولُهٗ كُلَّ لَيْلَةٍ إِلٰى سَمَاءِ الدُّنْيَا سَلَامٌ مِّمَّا يُضَادُّ عُلُوَّهٗ وَسَلَامٌ مِّمَّا يُضَادُّ غِنَاهُ وَكَمَالَهٗ سَلَامٌ مِّنْ كُلِّ مَا يَتَوَهَّمُ مُعَطِّلٌ أَوْ مُشَبِّهٌ وَّسَلَامٌ مِّنْ أَنْ يَّصِيرَ تَحْتَ شَيْءٍ أَوْ مَحْصُورًا فِي شَيْءٍ تَعَالَى اللّٰهُ رَبُّنَا عَنْ كُلِّ مَا يُضَادُّ كَمَالَهٗ وَغِنَاهُ وَسَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ سَلَامٌ مِّنْ كُلِّ مَا يَتَخَيَّلُهٗ مُشَبِّهٌ أَوْ يَتَقَوَّلُهٗ مُعَطِّلٌ وَّمُوَالَاتُهٗ لِأَوْلِيَائِهٖ سَلَامٌ مِّنْ أَنْ تَكُونَ عَنْ ذٰلِكَ كَمَا يُوَالِي الْمَخْلُوقُ الْمَخْلُوقَ، بَلْ هِيَ مُوَالَاةُ رَحْمَةٍ وَّخَيْرٍ وَّإِحْسَانٍ وَّبِرٍّ.

''اللہ کا مستوی ہونا اور اپنے عرش پر بلند ہونا اس سے پاک ہے کہ اللہ کسی اٹھانے والے یا جس چیز پر بلند ہے، کا محتاج ہو، بلکہ عرش اور حاملین عرش اس کے محتاج ہیں، اللہ عرش، حاملین عرش اور ہر غیر سے غنی ہے۔ یہ استوا اور علو ایسا

ہے، جس میں کوئی محصور چیز نہیں ملی ہوتی۔ اللہ کو عرش یا کسی اور شے کی حاجت نہیں اور نہ اسے کوئی چیز محیط ہے، بلکہ ایک وقت اللہ تھا، لیکن عرش نہیں تھا اور نہ ہی اسے عرش کی حاجت تھی۔ وہ غنی اور بزرگ ہے۔ بلکہ اس کا عرش پر مستوی ہونا اور اپنی مخلوق پر بلند ہونا اس کی بادشاہت اور قہر کے موجبات میں سے ہے، جسے کسی صورت بھی عرض (اہل کلام کی اصطلاح ہے، جس کا معنی ہے کہ جو کسی ذات کے ساتھ قائم ہو، بذات خود قائم نہ ہو۔ از ناقل) وغیرہ کی ضرورت نہ ہو۔ اس کا ہر رات نزول اس کے علو، غنی اور کمال کے مخالف نہیں ہے۔ اسی طرح معطِّل اور مشبِّہہ کے جملہ اوہام سے بھی پاک ہے۔ اس سے بھی پاک ہے کہ باری تعالیٰ کسی چیز کے ماتحت ہو یا کسی چیز میں محصور ہو جائے۔ ہمارا رب ہر اس نقص سے پاک ہے، جس اس کے کمال، غنی، سمع اور بصر کے مخالف ہو۔ باری تعالیٰ مشبہہ کے خیالات اور معطلہ کے اختراعات سے پاک ہے۔ اس کا اپنے اولیا سے محبت و موالات مخلوق کے مخلوق کے ساتھ محبت کی طرح نہیں ہے، بلکہ یہ محبت رحمت، خیر، احسان اور نیکی کی وجہ سے ہے۔''

(بدائع الفوائد : ۱۳۶/۲)

⑥ ''اس کے ہاتھ میں اقتدار'' ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ جسمانی ہاتھ رکھتا ہے، بلکہ لفظ محاورہ کے طور پر ''قبضہ'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ عربی کی طرح ہماری زبان میں بھی جب یہ کہتے ہیں کہ اختیارات فلاں کے ہاتھ میں ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہی سارے اختیارات

کا مالک ہے، کسی دوسرے کا اس میں دخل نہیں ہے۔‘‘

(تفهيم القرآن : ٦/٤١)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

وَلَهٗ يَدٌ وَّوَجْهٌ وَّنَفْسٌ كَمَا ذَكَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الْقُرْآنِ، فَمَا ذَكَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الْقُرْآنِ مِنْ ذِكْرِ الْوَجْهِ وَالْيَدِ وَالنَّفْسِ فَهُوَ لَهٗ صِفَاتٌ بِلَا كَيْفٍ وَّلَا يُقَالُ : إِنَّ يَدَهٗ قُدْرَتُهٗ أَوْ نِعْمَتُهٗ لِأَنَّ فِيهِ إِبْطَالَ الصِّفَةِ وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْقَدْرِ وَالْاِعْتِزَالِ وَلٰكِنْ يَدُهٗ صِفَتُهٗ بِلَا كَيْفٍ .

’’اللہ تعالیٰ کا ہاتھ، چہرہ اور نفس ہے، جیسا کہ اللہ نے قرآن میں ذکر کیا۔ اللہ نے قرآن میں جو چہرے، ہاتھ اور نفس کا ذکر کیا ہے، یہ اس کی صفات ہیں، جن کی نہ کیفیت بیان کی جاسکتی ہے اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کے ہاتھ سے مراد قدرت یا نعمت ہے، کیوں کہ اس سے صفت کا بطلان لازم آتا ہے، جو کہ قدریہ اور معتزلہ کا عقیدہ ہے، بلکہ ہاتھ اللہ کی صفت ہے، کیفیت معلوم نہیں۔‘‘

(الفقه الأكبر، ص ٢٧)

کہتے ہیں:

لَا يُوصَفُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِصِفَاتِ الْمَخْلُوقِينَ، وَغَضَبُهٗ وَرِضَاهُ صِفَتَانِ مِنْ صِفَاتِهٖ بِلَا كَيْفٍ وَّهُوَ قَوْلُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَهُوَ يَغْضَبُ وَيَرْضٰى وَلَا يُقَالُ : غَضَبُهٗ عُقُوبَتُهٗ وَرِضَاهُ ثَوَابُهٗ

وَنَصِفُهُ كَمَا وَصَفَ نَفْسَهُ أَحَدٌ صَمَدٌ لَّمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ حَيٌّ قَيُّومٌ قَادِرٌ سَمِيعٌ بَصِيرٌ عَالِمٌ، يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ لَيْسَتْ كَأَيْدِي خَلْقِهِ وَلَيْسَتْ جَارِحَةً، وَّهُوَ خَالِقُ الْأَيْدِي وَوَجْهُهُ لَيْسَ كَوُجُوهِ خَلْقِهِ وَهُوَ خَالِقُ كُلِّ الْوُجُوهِ وَنَفْسُهُ لَيْسَتْ كَنَفْسِ خَلْقِهِ وَهُوَ خَالِقُ كُلِّ النُّفُوسِ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ .

''اللہ کومخلوق کی صفات سے متصف نہیں کیا جائے گا۔غضب اور رضا دونوں اللہ کی صفات ہیں، ان کی کیفیت بیان نہیں کی جائے گی، یہ اہل سنت کا منہج ہے۔اللہ تعالیٰ غصے ہوتے ہیں اور راضی بھی ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہا جائے گا کہ اللہ کے غضب سے مراد اس کی عقوبت اور رضا سے مراد اس کا ثواب ہے۔ ہم اللہ کے وصف ایسے بیان کریں گے جیسے اللہ أَحَدٌ صَمَدٌ لَّمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ حَيٌّ قَيُّومٌ قَادِرٌ سَمِيعٌ بَصِيرٌ عَالِمٌ نے اپنا وصف خود بیان کیا ہے۔يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ 'اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔' اللہ کا ہاتھ مخلوق کے ہاتھوں کی طرح نہیں ہے اور نہ ہی کوئی عضو جسمانی ہے، وہ تو سب ہاتھوں کا خالق ہے۔اسی طرح اس کا چہرہ مخلوق کے چہروں کی طرح نہیں ہے، وہ تو سب چہروں کا خالق ہے۔اس کا نفس مخلوق کے انفاس کی طرح نہیں ہے، وہ تو سب نفسوں کا خالق ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے : ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (اس کی مثل کوئی شے نہیں

ہے اور وہ خوب سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔)‘‘

(الفقه الأكبر، ص ١٦١)

خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا الْكَلَامُ فِي الصِّفَاتِ، فَإِنَّ مَا رُوِيَ مِنْهَا فِي السُّنَنِ الصِّحَاحِ، مَذْهَبُ السَّلَفِ إِثبَاتُهَا وَإِجرَاؤُهَا عَلٰى ظَوَاهِرِهَا، وَنَفْيُ الْكَيْفِيَّةِ وَالتَّشْبِيهِ عَنْهَا، وَقَدْ نَفَاهَا قَوْمٌ، فَأَبْطَلُوا مَا أَثْبَتَهُ اللّٰهُ، وَحَقَّقَهَا قَوْمٌ مِّنَ الْمُثْبِتِينَ، فَخَرَجُوا فِي ذَالِكَ إِلٰى ضَرْبٍ مِّنَ التَّشْبِيهِ وَالتَّكْيِيفِ، وَالْقَصْدُ إِنَّمَا هُوَ سُلُوْكُ الطَّرِيقَةِ الْمُتَوَسِّطَةِ بَيْنَ الْأَمْرَيْنِ، وَدِينُ اللّٰهِ تَعَالٰى بَيْنَ الغَالِي فِيْهِ وَالمُقَصِّرُ عَنْهُ.

وَالْأَصْلُ فِي هٰذَا أَنَّ الْكَلَامَ فِي الصِّفَاتِ فَرْعُ الْكَلَامِ فِي الذَّاتِ، وَيُحْتَذٰى فِي ذٰلِكَ حَذْوُهٗ وَمِثَالُهٗ، فَإِذَا كَانَ مَعْلُوْمًا أَنَّ إِثْبَاتَ رَبِّ الْعَالِمِينَ إِنَّمَا هُوَ إِثْبَاتُ وُجُوْدٍ لَّا إِثْبَاتُ كَيْفِيَّةٍ، فَكَذَالِكَ إِثْبَاتُ صِفَاتِهٖ إِنَّمَا هُوَ إِثْبَاتُ وُجُوْدٍ لَّا إِثْبَاتُ تَحْدِيدٍ وَّتَكْيِيفٍ. فَإِذَا قُلْنَا: لِلّٰهِ يَدٌ وَّسَمْعٌ وَّبصرٌ، فَإِنَّمَا هِيَ صِفَاتٌ أَثْبَتَهَا اللّٰهُ لِنَفْسِهٖ، وَلَا نَقُوْلُ: إِنَّ مَعْنَى الْيَدِ الْقُدْرَةُ، وَلَا إِنَّ مَعْنَى السَّمْعِ وَالْبَصَرِ الْعِلْمُ، وَلَا نَقُوْلُ: إِنَّهَا جَوَارِحُ،

وَلَا نُشَبِّهُهَا بِالْأَيدِي وَالْأَسْمَاعِ وَالْأَبْصَارِ الَّتِي هِيَ جَوَارِحُ وَأَدَوَاتٌ لِّلْفِعْلِ، وَنقُوْلُ : إِنَّمَا وَجَبَ إِثبَاتُهَا لِأَنَّ التَّوْقِيفَ وَرَدَ بِهَا، وَوَجَبَ نَفِيُ التَّشْبِيهِ عَنْهَا لِقَوْلِهِ : ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ (الشُّوْرٰى : ١١)، وَ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ (الإخلاص : ٣).

''جو صفات باری تعالیٰ صحیح احادیث میں مروی ہیں، سلف ان کا اثبات کرتے ہوئے ظاہری معنی مراد لیتے ہیں اور کیفیت اور تشبیہ کی نفی کرتے ہیں۔ بعض گروہوں نے ان صفات کی نفی کرتے ہوئے اسے باطل کر دیا ہے، جسے اللہ نے ثابت کیا تھا۔ بعض نے اثبات تو کیا ہے، لیکن تشبیہ و تکییف کی گمراہیوں میں مبتلا ہو گئے۔ درست بات یہ ہے کہ دونوں گروہوں کا درمیانی راستہ اختیار کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کا دین غلو اور تقصیر کے درمیان ہے۔

صفات باری تعالیٰ میں گفتگو کرنا ذات باری تعالیٰ میں گفتگو کرنا ہے۔ ان میں بھی وہی طریقہ کار اختیار کیا جائے گا، جو ذات باری تعالیٰ کے بارے میں کیا جاتا ہے۔ یہ تو بدیہی بات ہے کہ رب العالمین کا اثبات اس کی ذات کا اثبات ہے، نہ کہ اس کی کیفیت کا۔ اسی طرح صفات کا اثبات وجود کا اثبات ہے، نہ کہ کیفیت اور تحدید کا۔ لہٰذا جب ہم کہیں گے کہ صفت ید، سمع اور بصر اللہ کے لیے ثابت ہے، تو معنی ہوگا کہ یہ صفات ہیں، جنہیں اللہ نے اپنے لیے ثابت کیا ہے۔ یہ نہیں کہیں گے کہ ید (ہاتھ) کا معنی قدرت ہے اور سمع و بصر کا معنی علم ہے، نہ ہی انہیں جوارح (جسمانی اعضا) قرار دیں گے اور نہ ہی انہیں

ہاتھوں، کانوں اور آنکھوں، جو کہ جسمانی اعضا ہیں اور کام کرنے کے آلہ کار ہیں، کے ساتھ تشبیہ دیں گے، بلکہ ہم کہیں گے کہ ان کا اثبات واجب ہے، کیوں کہ یہ شریعت سے ثابت ہیں اور تشبیہ کی نفی کرنا بھی از حد ضروری ہے، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ (الشّوریٰ : ١١) ''اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں۔'' فرمایا: ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ (الإخلاص : ٣) ''اور اس کے ہم سر کوئی نہیں ہے۔''

(سير أعلام النّبلاء للذّهبي : ٢٨٤/١٨، وسندهٗ صحيحٌ)

⑦ ''اصل الفاظ ہیں جاء ربک، جن کا لفظی ترجمہ ہے: 'تیرا رب آئے گا۔' لیکن ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔''

(تفهيم القرآن : ٣٣٣/٦)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:

مِمَّا يُوَضِّحُ لَكَ ذٰلِكَ أَنَّ النُّزُولَ وَالْمَجِيءَ وَالْإِتْيَانَ، وَالْاِسْتِوَاءَ، وَالصُّعُودَ وَالْاِرْتِفَاعَ كُلُّهَا أَنْوَاعُ أَفْعَالٍ، وَّهُوَ الْفَعَّالُ لِمَا يُرِيدُ، وَأَفْعَالُهٗ كَصِفَاتِهٖ قَائِمَةٌ بِهٖ، وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ فَعَّالًا وَّلَا مَوْصُوفًا بِصِفَاتِ كَمَالِهٖ، فَنُزُولُهٗ وَمَجِيئُهٗ وَاسْتِوَاؤُهٗ وَارْتِفَاعُهٗ وَصُعُودُهٗ وَنَحْوُ ذٰلِكَ، كُلُّهَا أَفْعَالٌ مِّنْ أَفْعَالِهٖ، الَّتِي إِنْ كَانَتْ مَجَازًا فَأَفْعَالُهٗ كُلُّهَا مَجَازٌ وَّلَا فِعْلَ لَهٗ فِي الْحَقِيقَةِ، بَلْ هُوَ بِمَنْزِلَةِ الْجَمَادَاتِ، وَهٰذَا حَقِيقَةُ مَنْ

عَطَّلَ أَفْعَالَهُ، وَإِنْ كَانَ فَاعِلًا حَقِيقَةً فَأَفْعَالُهُ نَوْعَانِ : لَازِمَةٌ وَّمُتَعَدِّيَةٌ، كَمَا دَلَّتِ النُّصُوصُ الَّتِي هِيَ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ تُحْصَرَ عَلَى النَّوْعَيْنِ .

وَبِإِثْبَاتِ أَفْعَالِهِ وَقِيَامِهَا بِهِ تَزُولُ عَنْكَ جَمِيعُ الْإِشْكَالَاتِ، وَتُصَدِّقُ النُّصُوصُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَتَعْلَمُ مُطَابَقَتَهَا لِلْعَقْلِ الصَّرِيحِ، وَإِنْ أَنْكَرْتَ حَقِيقَةَ الْأَفْعَالِ وَقِيَامَهَا بِهِ سُبْحَانَهُ اضْطَرَبَ عَلَيْكَ هٰذَا الْبَابُ أَعْظَمَ اضْطِرَابٍ، وَبَقِيتَ حَائِرًا فِي التَّوْفِيقِ بَيْنَ النُّصُوصِ وَبَيْنَ أُصُولِ النُّفَاةِ، وَهَيْهَاتَ لَكَ بِالتَّوْفِيقِ بَيْنَ النَّقِيضَيْنِ وَالْجَمْعِ بَيْنَ الضِّدَّيْنِ .

يُوَضِّحُهُ : إِنَّ الْأَوْهَامَ الْبَاطِلَةَ وَالْعُقُولَ الْفَاسِدَةَ لَمَّا فَهِمَتْ مِنْ نُزُولِ الرَّبِّ وَمَجِيئِهِ، وَإِتْيَانِهِ وَهُبُوطِهِ وَدُنُوِّهِ مَا يُفْهَمُ مِنْ مَجِيءِ الْمَخْلُوقِ وَإِتْيَانِهِ وَهُبُوطِهِ وَدُنُوِّهِ وَهُوَ أَنْ يُفْرِغَ مَكَانًا وَّيَشْغَلَ مَكَانًا نَفَتْ حَقِيقَةَ ذٰلِكَ فَوَقَعَتْ فِي مَحْذُورَيْنِ : مَحْذُورِ التَّشْبِيهِ وَمَحْذُورِ التَّعْطِيلِ، وَلَوْ عَلِمَتْ هٰذِهِ الْعُقُولُ الضَّعِيفَةُ أَنَّ نُزُولَهُ سُبْحَانَهُ وَمَجِيئَهُ وَإِتْيَانَهُ لَا يُشْبِهُ نُزُولَ الْمَخْلُوقِ وَإِتْيَانَهُ وَمَجِيئَهُ، كَمَا أَنَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ وَعِلْمَهُ وَحَيَاتَهُ كَذَالِكَ، بَلْ يَدُهُ الْكَرِيمَةُ وَوَجْهُهُ الْكَرِيمُ كَذٰلِكَ،

وَإِذَا كَانَ نُزُولًا لَيْسَ كَمِثْلِهِ نُزُولٌ، فَكَيْفَ تُنْفٰى حَقِيقَتُهٗ، فَإِنْ لَمْ تَنْفِ الْمُعَطِّلَةُ حَقِيقَةَ ذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَأَفْعَالِهٖ بِالْكُلِّيَّةِ وَإِلَّا تَنَاقَضُوا، فَإِنَّهُمْ أَيُّ مَعْنًى أَثْبَتُوهُ لَزِمَهُمْ فِي نَفْيِهٖ مَا أَلْزَمُوا بِهٖ أَهْلَ السُّنَّةِ الْمُثْبِتِينَ لِلّٰهِ مَا أَثْبَتَ لِنَفْسِهٖ، وَلَا يَجِدُونَ إِلَى الْفَرْقِ سَبِيلًا .

''واضح ہوا کہ صفاتِ نزول، مجیء، اتیان، استواء، صعود اور ارتفاع تمام 'صفات فعلیہ' ہیں۔ اللہ جس کا ارادہ کرتا ہے، اسے بخوبی کر سکتا ہے۔ اس کی صفات فعلیہ صفات ذاتیہ ہی کی طرح ہیں۔ ایسا نہ ہوتا، تو وہ 'فعال' (ہر کام بخوبی کرنے والا) ہوتا، نہ صفات کمال سے متصف ہوتا۔ اللہ کی صفاتِ نزول، مجی، اتیان، استوا، صعود، ارتفاع اور دوسری صفات اس کے افعال ہیں، کہ اگر یہ فعلی صفات مجازی ہیں، تو اس کے تمام افعال ہی مجاز ہوں گے اور حقیقت میں کوئی فعل بھی باقی نہیں رہے گا، بلکہ سب افعال جمادات کی طرح ہو جائیں گے۔ معطلہ کی یہی حقیقت ہے۔ اگر اللہ کو حقیقی فاعل تسلیم کر لیا جائے، تو اس کے افعال کی دو قسمیں ہوں گی۔

① لازمیہ ② متعدیہ۔

ان دونوں اقسام پر اَن گنت نصوص دلالت کرتی ہیں۔

صفات افعال کے اثبات اور انہیں ذات باری کے ساتھ قائم کرنے سے آپ کے تمام شبہات کافور ہو جاتے ہیں۔ تمام نصوص ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور آپ انہیں عقل صریح کے موافق و مطابق بھی سمجھنے لگیں گے۔ اگر آپ

نے ان صفات کا انکار کر دیا یا انہیں ذات باری تعالیٰ کے ساتھ قائم نہ مانا، تو آپ اس مسئلہ میں شدید اضطراب کا شکار ہو جائیں گے اور نصوص اور منکرین صفات باری تعالیٰ میں موافقت تلاش کرتے ہی رہ جائیں گے۔ دو نقیض اور ضدوں میں جمع وتوفیق کرنا ناممکن ہے۔

کچھ مزید وضاحت: جب باطل اوہام اور فاسد عقلیں رب تعالیٰ کے نزول، آنے، نیچے اترنے اور قریب ہونے سے وہ مفہوم مراد لیں گی، جو مخلوق کے نزول، آنے، نیچے اترنے اور قریب ہونے، جس ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقال لازم آتا ہے، سے مراد لیا جاتا ہے، تو ان صفات کی حقیقت کی نفی کر بیٹھیں گی۔ نیز دو گمراہیوں کا شکار ہو جائیں گی:

① تشبیہ ② تعطیل۔

اگر ان کمزور عقلوں کی سمجھ میں آ جاتا کہ اللہ کا نزول اور آنا مخلوق کے نزول اور آنے کے مشابہ نہیں ہے، اسی طرح خالق کی سمع، بصر، علم اور حیات مخلوق کے مشابہ نہیں ہے، بلکہ اس کا ہاتھ اور چہرہ بھی مخلوق کے مشابہ نہیں ہے۔ اگر اللہ کا نزول مخلوق کے مشابہ نہ مانا جائے، تو اس کی حقیقت کی نفی نہیں ہوگی۔ معطلہ اللہ کی ذات، صفات اور افعال کی حقیقت کی کلیتاً نفی کر کے تناقض کا شکار ہو گئے ہیں، کیوں کہ وہ جو معنی بھی ثابت کریں، ان پر صفات کی نفی کرنے میں وہی وہی اعتراض وارد ہوتا ہے، جو اہل سنت پر صفات باری تعالیٰ کے اثبات کرنے میں وارد ہوتا ہے اور انہیں اس فرق کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔"

(مختصر الصّواعق المرسلة، ص ٤٥٠ـ٤٥١)

نیز فرماتے ہیں:

وَهٰذَا النُّزُولُ إِلَى الْأَرْضِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَدْ تَوَاتَرَتْ بِهِ الْأَحَادِيثُ وَالْآثَارُ وَدَلَّ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ صَرِيحًا .

''روز قیامت زمین کی طرف اللہ کے نزول کی بابت احادیث اور آثار صحابہ متواتر ہیں، نیز قرآن بھی صراحت کے ساتھ دلالت کناں ہے۔''

(مختصر الصّواعق المرسلة، ص ٤٦٦)

مولانا سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:

''پروردگار عزوجل کے نزول وغیرہ کے متعلق ایک مسلک متقدمین کا ہے کہ نزول سے حقیقت نزول مراد ہے، مگر کیفیت ہم نہیں جانتے۔ اسی طرح سمع، بصر، ید، استواء علی العرش کے متعلق متقدمین کا مسلک یہی ہے۔ متاخرین تاویل کر کے فرماتے ہیں کہ اس سے رضائے الٰہی، خوش نودی اور توجہ مراد ہے۔ عمدہ قول متقدمین کا ہی ہے۔''

(خزائن السّنن، ص ٤٠٣)

بے شک عمدہ قول متقدمین کا ہی ہے، لیکن متاخرین متکلمین کو حق نہیں کہ وہ توحید باری تعالیٰ میں متقدمین سے اختلاف کریں۔ متاخرین نے تشبیہ کا بہانہ تراش کر صفات باری میں تعطیل کا ارتکاب کیا ہے۔

⑧ ''......اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے اندر جو روح پھونکی گئی ہے، وہ دراصل صفات الٰہی کا ایک عکس یا پرتو ہے۔''

(تفہیم القرآن: ٥٠٢/٢)

یہ عقیدہ صوفیا سے مستعار لیا گیا ہے۔ اہل سنت والجماعت اس کے تصور سے بھی کانپ اٹھتے ہیں۔

مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

''تفہیم القرآن میں بہت سی باتیں جمہور کے مسلمات واقوال کے خلاف ہیں، اس لیے اسے بقول سائل بلا تنقید پڑھنا پڑھوانا درست نہیں ہے۔''

(فتاویٰ عثماني، جلد اول، ص ٢١٤)